جناب احمد خان صاحب
ادارہ تحقیقات اسلامی

اقبال کی ایک غیر مدوّن نظم

پیسہ اخبار (لاہور) کے ایڈیٹر منشی محبوب عالم منجھے ہوئے صحافی اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ علم دوست شخصیت کے بھی مالک تھے۔ پیرس کے مقام پر ۱۹۰۰ء میں ایک عظیم الشان بلکہ عجوبہ روزگار نمائش ہوئی تھی جس میں دنیا بھر کے ممتاز ممالک نے حصہ لیا تھا اسے دیکھنے کے لئے منشی صاحب نے بھی ارادہ فرمایا۔ لوگوں نے نہ صرف اس بات کی تائید کی بلکہ منشی صاحب کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو خدا حافظ کہنے اور ان کی خدمات کے اظہار اور قدردانی کے لئے لاہور میں کئی جلسے کئے۔ ان میں سے ایک الوداعی جلسہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع میدان میں منعقد ہوا جس میں لاہور کے عمائدین کے علاوہ سرکردہ مسلمان جمع ہوئے تھے۔ ان میں اس وقت کے اخبار "پنجاب آبزرور" کے ایڈیٹر شیخ عبدالقادر بھی موجود تھے۔ انہوں نے اس جلسے کی روئداد لکھی اور پیسہ اخبار کے قائم مقام ایڈیٹر کو طباعت کے لئے بھیجی۔ جسے انہوں نے ۲ جون ۱۹۰۰ء کے پیسہ اخبار میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ضمیمے میں شائع کیا۔ اس روئداد میں علامہ اقبال کی ایک نظم بھی مذکور ہے جو انہوں نے جلسے میں پڑھی تھی۔

منشی محبوب عالم سے علامہ اقبال کو تعلق خاطر تو تھا ہی چونکہ اس موقع پر شہر کے عمائدین جمع تھے، اس لئے اس اجتماع کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علامہ صاحب بھی اس میں شریک ہوئے۔ ان معلومات کا ماخذ متذکرہ بالا روئداد ہے جس میں لاہور کے ایک مشہور شاعر احمد حسن خان کا ذکر بطور خاص کیا گیا ہے۔ اور علامہ اقبال کو اس روئیداد میں بالکل اختتام پر جگہ دی گئی ہے اور وہ بھی جب جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ تو انہوں نے اپنی نظم پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ بہت سے لوگ جا چکے تھے جو لوگ رہ گئے تھے انہیں علامہ اقبال نے وہ نظم پڑھ کر سنا دی۔ باوجود اس عجلت کے علامہ صاحب نے وہاں وہ نظم بسکون قلب پڑھی۔ جس پر سامعین نے کافی داد دی۔

ممکن ہے سر عبدالقادر مرحوم کی یہیں پر پہلی مرتبہ علامہ اقبال سے شناسائی ہوئی ہو۔ چنانچہ اس جلسے کے اختتام پر پڑھی گئی یہ نظم علامہ اقبال نے سر عبدالقادر ہی کو دے دی جو اس روئداد میں شامل کر لی گئی۔ روئداد کے آخر میں سر عبدالقادر لکھتے ہیں۔

"یہ مختصر شکریہ ختم ہونے پر سب صاحبان ہال میں جہاں ریفرشمنٹ کا سامان تھا

تشریف لے آئے جہاں میوہ جات مٹھائی اور برف لیمونیڈ سوڈا واٹر وغیرہ پیش کئے گئے اور اس کے بعد اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔

اختتام جلسہ پر جب صرف پندرہ بیس اصحاب رہ گئے تھے معلوم ہوا کہ شیخ محمد اقبال صاحب ایم، اے جن کے اشعار کو کچھ عرصہ سے قبولیت حاصل ہے ایک نظم پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس بات کا افسوس رہا کہ ان کی نظم پہلے کیوں نہ پڑھی گئی۔ بہر حال وہ نظم بھی پڑھی گئی اور سامعین نے بہت داد دی۔ وہ بھی ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

(۲)

یہ اردو نظم اس وقت تک علامہ اقبال کے کسی مجموعے میں جگہ نہیں پا سکی۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ شاعر کو اپنا کلام بہت عزیز ہوتا ہے۔ مگر وہ دیوان منظر عام پر لانے کے لئے اشعار کا انتخاب کرتا ہے۔ تو بلند معیار کی کسوٹی پر کس کر ہر شعر کو پرکھتا ہے۔ ممکن ہے علامہ صاحب نے بھی ایسا ہی کیا ہو اور اس نظم کو معیار سے گرا ہوا سمجھ کر دواوین میں جگہ نہ دی ہو۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ نوخیز شاعر اپنے کلام کو چھپوانے کے شوق میں ہر وقت سرگرداں رہتا ہے۔ اس طرح علامہ اقبال کے ابتدائی دور کی اکثر نظمیں کئی اخباروں اور غیر معروف رسالوں میں بھی چھپی ہیں۔ مگر علامہ صاحب نے دیوان کی طباعت کے وقت اپنے حافظے، دوستوں کے ہاں موجود اپنا کلام۔ اپنے گھر میں موجود تحریرات، اخباروں اور رسالوں میں چھپنے والی انہی نظموں وغیرہ کو یک جا کرنے کی سعی کی ہے۔ جیسا کہ سر عبدالقادر کا خیال ہے کہ:

"علامہ اقبال نے غالب کی طرح اشاعت کے لئے اپنے کلام کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ بلکہ جب جب ان کو اپنے اردو کلام کی اشاعت کا خیال آیا۔ تو علامہ صاحب نے اپنے احباب سے کلام جمع کر کے بانگ درا کو مرتب کیا تھا۔"[۱]

چنانچہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس جلدی میں علامہ کی کئی نظمیں مدون ہونے سے رہ گئی ہوں جن میں سے کچھ کا ذکر عبدالواحد صاحب معینی نے "باقیات اقبال" میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ کئی حضرات نے علامہ اقبال کا غیر مدون منظوم کلام جمع کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اور وہ حتی المقدور کامیاب بھی ہوتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی صاحب یہ سوال کریں کہ جس نظم یا شعر کو علامہ نے خود خواہ کسی وجہ سے اپنے دیوان میں مدون نہیں کیا۔ اسے اب آخر کیوں منصہ شہود پر لایا جائے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اس خاص نظم سے علامہ کا ایک مسلمان عالم کے ساتھ ایک گونہ قلبی تعلق کا اظہار ہوتا ہے اور

---

[۱] عبدالواحد معینی۔ باقیات اقبال مقدمہ ص۲

پھر شاعر کی ابتدائی کاوشیں اس کے ذوقِ شعری اور ذہن کے ارتقائی مراحل کی نشاندہی کرتی ہیں جن سے شاعر کے متاخر عہد کے خدوخال متعین ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں اس سے اقبال کی زندگی کے اس خاص واقعہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ہماری رائے میں اس نظم کا علامہ اقبال سے متعلق ان کے عظیم شعری ذخیرے میں شامل کیا جانا ضروری ہے۔

(۳)

اس خیال کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ نظم ہدیۂ ناظرین اور مداحینِ اقبال کی نذر ہے۔ پہلی مرتبہ یہ نظم پیسہ اخبار کے مذکورہ بالا ضمیمے میں شائع ہوئی۔ پھر منشی محبوب عالم صاحب نے اپنا "سفرنامہ یورپ و بلادِ روم و شام و مصر" جب ستمبر ۱۹۰۸ء میں چھپوایا تو اس کے صفحہ ۸ تا ۱۸ میں متذکرہ بالا الوداعی پارٹی کی اس مطبوعہ روئداد کو من و عن درج کر دیا ہے جس میں یہ نظم بھی موجود ہے

نظمِ اقبال

لیجئے حاضر ہے مطلعِ رنگین
جس پہ صدقے ہو شاہدِ تحسین

سوئے یورپ ہوتے وہ راہسپر
مفت میں ہو گیا ستم ہم پر

آنکھ اپنی ہے اشکِ خونیں سے
غیرت کاسۂ مئے احمر

فتحِ ملکِ ہنر کو جاتے ہیں
ہم رکابی کو آ رہی ہے ظفر

تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے
کھینچ کر لے چلا ہے ذوقِ نظر

فخرِ انساں کا ہے تلاشِ کمال
جستجو چاہیے مثالِ قمر

خوب تاڑا ہے سیر کا موقع
نکتہ بیں چاہیے نگاہِ بشر

سیرِ دریا میں ہیں ہزار مزے
جس کو دکھلاتے خالقِ اکبر

وہ سرِ شام بحر کی موجیں
مہر کی وہ خرام پانی پر

وہ سمندر بساط کی صورت
اور وہ موجوں کا کھیلنا چوسر

اور وہ چاندنی کہ بحر جیسے
اوڑھ لیتا ہے صورتِ چادر

دی خبر آپ نے یہ کیا ناگاہ
چپکے چپکے چبھو دیا نشتر

دوستوں کا فراق قاتل ہے
درد اٹھا ہے صورتِ محشر

آنکھ میں ہیں نہیں رواں لیکن
اشک اپنے ہیں مثلِ آبِ گہر

جائیے اور پھر کے آئیے گا
صورت بستے نافۂ اذفر

اس طرح راہ آنکھ دیکھے گی
جوں مؤذن کو انتظارِ سحر

بزمِ یاراں رہے گی یوں خاموش جیسے چپ چاپ شام کو ہوں شجر
سرِ مژگاں پہ آ گئے آنسو نکل آیا جو دل میں تھا مضمر
مدحِ احباب فرضِ انساں ہے لاؤں اس کے لئے میں خامۂ زر
ہاں خموشی گناہ ہے ایسی جس طرح کفر ہجوِ پیغمبر

یہ حضر آپ کو مبارک ہو
یہ سفر آپ کو مبارک ہو

آپ ہیں محوِ سیرِ دریائی چشمِ احباب غم سے بھر آئی
رقص موجوں کا جا کے دیکھیں گے بھیج دی ہے جہاز کو سائی
صفحۂ اخبار کا جب آتا ہے بزمِ یورپ سے ہو شناسائی
دمِ رخصت وہ گرم جوشی ہے آتشِ عشق جس سے شرمائی
کسی کو نہیں تاکتی ہے ایسے گرمیِ آفتاب جولائی
لب سے نکلا فی امان اللہ فخر کرتا ہے تاب گرمائی
نشہ دوستی چڑھا ایسا شعر میں بھی ہے رنگِ صہبائی
آپ آئینہ پہ گراتے ہیں بسلامت روی و باز آئی
عزمِ پنجاب ہو مگر جلدی کہ نہیں طاقتِ شکیبائی
ہو نہ محبوب سے جدا کوئی ۔ اے رگِ جانِ عالم آرائی
الغیاث اے معلمِ نالسٹ درد فرقت سے جان گھبرائی
ایسی پڑیا کوئی عنایت ہو دل سے اٹھے کہ وہ شفا پائی
آ گیا جب چپ رہو اقبال خامہ کرتا ہے عذر ہی پائی
توبہ کر لی ہے شعر گوئی سے اس کی قیمت پڑی نہ اک پائی
شعر سے بھاگتا ہوں میں کوسوں ہے یہ توحید اور میں عیسائی
آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از ہزار رسوائی

دوستوں کی رہے دعا حافظ
ہو سفر میں تیرا خدا حافظ